کثیر التعداد روہیلوں کی آمد | نادر شاہ کے حملہ کے بعد سے روہیلکھنڈ میں سرداران افاغنہ کا زیادہ زور بندھ گیا تھا کثرت سے روہیلہ آ جمع ہوئے تھے۔

صفدر جنگ کو خلش | صفدر جنگ صوبہ دار اودھ نے اپنے پہلو میں نوابان روہیلکھنڈ کی طاقت بڑھتے ہوئے دیکھ کر اپنے وقار کے لئے خطرہ محسوس کیا اور ان کے تخریب کے درپے ہوا۔

صفدر جنگ اور نواب محمد خاں بنگش | اودھ سے دلی ہوتے ہوئے صفدر جنگ ناناموگھاٹ واقع پرگنہ ملہور ضلع کانپور سے کشتیوں کا پل بنوا کر گنگا کو عبور کر رہے تھے نواب محمد خاں والی فرخ آباد کی طرف سے شمشیر خاں چیلہ گہنہ ملہور کا عامل تھا اس نے کہا کہ جب تک اس نقصان کا جو فصل کو پہنچے گا معاوضہ نہ دیا جائے گا تب تک میری عملداری کے حدود میں صفدر جنگ کے خیمے نہ کھڑے ہونگے شمشیر خاں کا یہ حکم صفدر جنگ کی آتش رشک و حسد کو بھڑکانے کا اور زیادہ سبب ہوا پیچ و تاب کھا کر ایک سانڈنی سوار اس مضمون کا خط لکھ کر فرخ آباد کو بھیجا۔

"نواب نامدار سلامت شمشیر خود را در میان بکن دگرنہ آب نخواہد ماند"

نواب محمد خاں بنگش نے اپنے دیوان صاحب رائے کو جواب ترکی بہ ترکی لکھنے کا حکم دیا۔ منشی نے اس خط کی پشت پر لکھا۔

"نواب نامدار سلامت، ایں شمشیر مرداں در معرکہ میدان بے خون چشیدہ بہ میان نمی آید"

صفدر جنگ نے چاہا کہ شمشیر خاں کا مقابلہ کرے لیکن اس کے مشیروں نے سمجھایا کہ اگر آپ لڑے اور فتحیاب ہوئے تو کہا جائے گا کہ چیلہ کے ساتھ لڑے اور اگر خدانخواستہ معاملہ نوعدگر ہو تو سخت رسوائی ہوگی چنانچہ صفدر جنگ لڑنے سے باز رہے مگر بنگشوں کا کانٹا ان کے دل میں کھٹکتا رہا پہلے تو فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھانوں کو آپس میں لڑا دینا چاہا مگر یہ داؤں زیادہ کامیاب نہ ہوا

۳ر شوال ۱۱۶۲ھ کو نواب علی محمد خاں فرمانروائے روہیلکھنڈ اور ۲ر ذیقعدہ ۱۱۵۶ھ کو محمد خاں بنگش انتقال کر گئے۔ صفدر جنگ نے میدان خالی دیکھ کر کہ پٹھانوں کے بڑے سردار دنیا سے رخصت ہو چکے ان کے پسماندوں کو ٹھکانہ لگا دینے کا موقعہ اس سے بہتر نہ ملے گا چنانچہ

اس نے قطب الدین محمد خاں نبیرۂ عظمت اللہ خاں سابق ملازم نواب سید علی محمد خاں کو کٹھیر کی سند حکومت دے کر اس لئے بھیجا کہ وہ بقیہ نوابان روہیلکھنڈ کی اٹھتی ہوئی طاقت کو پامال کر دے چنانچہ قطب الدین محمد خاں دہام پور کے قریب نجیب خاں اور دوندے خاں سے مقابل ہوا جس میں خود مارا گیا اس کے بعد صفدر جنگ نے محمد خاں بنگش کے صاحبزادے قایم خاں کو ہموار کرکے لالچ دے کر روہیلکھنڈ پر حملہ کرا دیا سیدھے سادھے پٹھان بہکلنے میں آگئے اور اپنے بھائیوں کے خلاف قایم خاں صف آرا ہوئے مگر وہ بھی نواب دوندے خاں وغیرہ کے ہاتھوں بدایوں کے قریب کام آئے ان کے پسماندوں کے ساتھ صفدر جنگ نے یہ سلوک کیا کہ ان کے ملک پر خود قبضہ کر لیا۔ اور اپنی طرف سے فرخ آباد کا حاکم نول رائے کایستھ کو مقرر کیا۔ جس نے اپنا دار الصدر قنوج کو بنایا بجائے آشتی کے ظالمانہ طریقہ اختیار کیا پٹھان برافروختہ ہو گئے تو قایم خاں مرحوم کے بھائی احمد خاں بنگش سے اپنے ہم قوم پٹھانوں کی امداد سے نول رائے پر ایسا حملہ کیا کہ وہ ۱۱۶۳ھ میں بمقام سمدھن پرگنہ تالگرام میں شکست کھائی اور جان کو بھی کھو بیٹھا۔ کسی نے یہ تاریخ کہی[۵]

روان کرد خون یلاں جو بہ جو　　ادا کرد حق نمک مو بہ مو
نزیداں رسیدند ورد ملک　　بیارد بر دے نول سُرخ رُو

راجہ نول رائے کے مرنے کے بعد صفدر جنگ نے سورج مل جاٹ رئیس بھرت پور کو اپنا ہمنوا و مددگار بنا کر فرخ آباد پر حملہ آور ہونا چاہا مگر روہیلکھنڈ کے نوابوں نے احمد خاں کی امداد کی اور پاہر رہ کے قریب صفدر جنگ اور سورج مل نے منہ کی کھائی شکست خوردہ دلی لوٹے مگر احمد خاں بنگش نے مفرور صفدر جنگ کے علاقہ پر حملہ بول دیا۔ لکھنؤ پر محمود خاں ابن احمد خاں قابض ہو گیا الہ آباد کا خود احمد خاں نے محاصرہ کیا صفدر جنگ کو اپنے صوبہ کے جانے کے لالے پڑ گئے تو اس نے مرہٹوں سے خط و کتابت شروع کی اور سندھیا و ہلکر کو ۳ ہزار روپیہ روزانہ ادا کرنے کا وعدہ کرکے اپنی امداد پر بلایا اور سورج مل کو ۲ ہزار روپیہ یومیہ کے بھاڑے پر ہمراہ لیا۔ سعد آباد اور جلیسر میں یہ لشکر

---

۵ تاریخ اودھ محمد نجم الغنی رامپوری

جمع ہو گئے اور احمد خاں بنگش کے عامل شادل خاں ان سے تاب مقابلہ نہ لا سکا شکست کھا گیا اس واقعہ کی خبر سُن کر نواب احمد خاں بنگش الٰہ آباد سے فرخ آباد آیا اور نوابان روہیلکھنڈ نواب حافظ رحمت خاں نواب دوندے خاں نواب سعد اللہ خاں خلف نواب علی محمد خاں سے امداد کا طالب ہوا دوندے خاں کی طرف سے رسالدار نجیب خاں لسولی کی فوج لے کر نواب فرخ آباد کی امداد کے لئے پہنچا اور لشکر عظیم کے مقابل ہوا نجیب خاں نے وہ داد شجاعت دی کہ نقشہ جنگ ہی پلٹ گیا صفدر جنگ نے منہ کی کھا کر نواب سے صلح کر لی ۱؎

وقائع | محمد شاہ بادشاہ دہلی کے مرنے پر اُس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد شاہ شاہ درانی سے معرکہ طے کر کے واپس آ رہا تھا راہ میں باپ کے مرنے کی خبر ملی دہیں اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا

احمد شاہ درانی نے پہلی مرتبہ ہندوستان پر یہ حملہ کیا تو بمقام لاہور صفدر جنگ احمد شاہ بادشاہ کے ساتھ شریک معرکہ رہا۔

جاوید خاں خواجہ سرا مخاطب بہ نواب بہادر نے مشورہ دیا تھا کہ شاہ دُرانی سے جنگ مول لینے کے بجائے صلح کر لینا مناسب ہے چنانچہ بادشاہ دہلی نے ملتان اور لاہور دونوں صوبہ احمد شاہ دُرانی کو دے کر صلح کر لی شاہ درانی اپنی طرف سے معین الملک میر منو پسر قمرالدین خاں کو ان دونوں صوبوں کا حاکم بنا کر افغانستان کو روانہ ہو گیا۔ صفدر جنگ نے شاہ دہلی کو اس مبارک موقعہ پر نذر پیش کی تو فرط مسرت میں بادشاہ نے فرمایا۔

"سلطنت بہ ما وزارت بہ شما مبارک"

وزارت | صفدر جنگ وزارت پر سرفراز ہوئے مگر ملہار راؤ ہلکر کو یہ کہہ کر اپنے ہمراہ کیا تھا کہ شاہ دُرانی کو پنجاب سے خارج کرنے کے بعد پنجاب کے علاقہ پر تم ہم اپنا تسلط جما لیں گے یہ منصوبہ جاوید خاں کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ ہلکر کو کچھ پٹی پڑھا کر نظام الملک آصف جاہ کا بیٹا فیروز جنگ اپنے ہمراہ دکن کو لے گیا ادھر صفدر جنگ نے جاوید خاں کو ضیافت کے بہانے اپنے یہاں بُلا کر علی بیگ خاں

۱؎ اخبار الصنادید جلد اول

شتاب جنگ کے ہاتھوں کام تمام کرا دیا بادشاہ نے یہ حال سنا اُس کو سخت ناگوار گذرا اور بھی اس کے علاوہ صفدر جنگ سے حرکتیں ظہور میں آئی تھیں آخر ش ان کو وزارت سے معزول ہی کر دیا گیا اور فیروز جنگ کے بیٹے غازی الدین نے خفیہ ریشہ دوانی کرنی شروع کی بادشاہ نے انتظام الدولہ جو قمر الدین خاں کا داماد اور بھانجا تھا قلمدان وزارت اس کو ۱۷۵۳ء میں عنایت کیا۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کے حضور میں درخواست پیش کی کہ مجھکو اودھ جانے کی اجازت دی جائے بادشاہ نے درخواست منظور کر لی صفدر جنگ چند روز تو دہلی کے اردگرد پھرتا رہا کہ بادشاہ پھر مجھ کو بلا لے گر بادشاہ کو اس کی صفدر جنگی سے نفرت تھی اُس نے جب دیکھا کہ شہر میں انتظام الدولہ اور غازی الدین کا پورا تسلط ہو گیا اور کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آتی اور سب سے اندوہگیں صورت یہ پیش آئی کہ وزارت اُن سے چھن گئی پھر تو حکومت کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگے اور راجہ سورج مل اور صوبہ بادلی کھاری پور کا فوجدار اندر گت تیں وغیرہ کو اپنی حمایت کو بلوایا اور ملہار راؤ ہلکر اور جیاپا سندھیا کو مدد کے لئے طلب کیا اس کے ساتھ ہی نوابان اودھ کو بھی امداد کے لئے لکھا۔

فرمان شاہی | شاہ دہلی نے انتظام الدولہ کو حکم دیا شاہی فرمان اُمرا کو بھیجے جائیں چنانچہ نواب حافظ رحمت خاں اور نواب دوندے خاں کی طلبی و استعانت کے لئے حکم جاری کیا۔ دوندے خاں نے نجیب خاں سے کہا کہ جاٹ اور مرہٹہ صفدر جنگ کے طرفدار ہیں اگر وہ ان دونوں کو ہمارے ملک کی طرف متوجہ کر دے تو بہت کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے دوسری طرف بادشاہ اور انتظام الدولہ ہماری کوئی امداد و اعانت نہیں کر سکتے رسالدار نجیب خاں نے کہا نواب صاحب صفدر جنگ اور بادشاہ کا مقابلہ نوکر اور آقا کا مقابلہ ہے اس سے صفدر جنگ اگر راستی پر بھی ہو پھر بھی باغی اور نمک حرام کہلائیگا اور جو بھی اس کے شریک ہوں گے وہ بھی اس الزام سے نہیں بچ سکتے بس مناسب یہ ہے کہ شقہ شاہی کی تعظیم کی جائے اور صفدر جنگ کو نقصان رسانی پر آمادہ ہونے کا موقع نہ دیا جائے جس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ میں تمام فوج کو لے کر دھرنہ دیتا ہوں اور دھرنہ کا باعث دو مہینے سے تنخواہ نہ ملنے کا بہانہ ٹھہراتا ہوں جب اس دھرنہ کی خبر دور دور مشہور ہوگی تو صفدر جنگ

کو پھر آپ سے کوئی وجہ شکایت نہ ہوگی کیونکہ جب تمام فوج ہی خود مختار ہوگئی تو پھر کسی کی مدد یا مخالفت کیا کر سکتے ہیں چنانچہ اس مشورہ پر عملدرآمد ہوا اور نجیب خاں قلعہ سے باہر نکل کر توپیں سر کرتے رہے اسی اثناء میں صفدر جنگ کا خط پہنچا ایلچی کو روک لیا گیا اور نہ نواب دوندے خاں کے پاس قلعہ میں جانے دیا اور نہ خود اس کی طرف التفات کی بلکہ وہ یہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر اُلٹا واپس چلا گیا۔

شقہ شاہی | "مردمان بادشاہ معہ علماء برائے طلب افغانان رفتند و از طرف بادشاہ پیغامہائے امید و بیم رسانیدند"[1] غرضکہ میر مناقب شاہی شقہ لے کر پہنچا۔ نجیب خاں تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاہی مراسلہ کو سر پر رکھا اور میر مناقب سے کہا کہ تمام فوج میرے قبضہ میں ہے لہذا اس فرمان شاہی کا میں ہی صحیح مخاطب ہوں اور تعمیل حکم کے لئے بسر و چشم حاضر۔ یہاں سے اس کو احترام و اکرام سے سردارانِ روہیلہ کی مجلس میں پہنچایا جہاں حافظ الملک اور دوندے خاں وغیرہ جمع تھے پھر خود نجیب خاں پہنچ گئے میر مناقب شاہی سے حافظ رحمت خاں نے کہا مولوی صاحب ہم صفدر جنگ سے معاہدہ کر چکے ہیں کیسے عہد شکنی کریں مگر نجیب خاں بول اُٹھے میں جو کچھ کہہ چکا ہوں وہی ہوگا۔

سید نور الدین حسین خاں بہادر فخری لکھتا ہے کہ

"دریں اثنا نجیب خاں کہ دراں مجلس حاضر بود آہستہ بہ مولوی گفت کہ مرامی بری من بہ یک ہزار نفر شریک می شوم مولوی بہ بانگ بلند گفت جزاک اللہ و رحمت خدا بر پدر تو باد"[2]۔

دہلی کی روانگی | حافظ الملک اور دوندے خاں نجیب خاں کا ارادہ حتمی دیکھ کر خاموش ہو گئے دوسرے دن بسولی کے کئی ہزار نفوس نجیب خاں لے کر دہلی روانہ ہو گئے راہ میں جس قدر خانماں برباد لوگ ملتے گئے ان کو فوج میں نوکر رکھتے ہوئے دہلی پہنچے تو ان کے جھنڈے تلے بیس ہزار کا مجمع تھا[3]۔

شعبان ۱۱۶۶ھ کو دربار شاہی میں اطلاع پہنچی کہ بسولی کا رسالدار نجیب خاں معہ کثیر التعداد جاں نثاروں کے حاضر خدمت ہوا ہے۔

---

[1] احوال نجیب خاں فخری، [2] احوال نجیب الدولہ قلمی، [3] نجیب الدولہ از مولانا محمد شاہ خاں

ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خاں سائل

(۶)

(از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب واصف دہلی)

نواب صاحب کا تحمل اور ضبط ضرب المثل ہے۔ اپنے بھائی تاباں کی گالیاں کھاتے تھے اور ہمیشہ باپ کی جگہ سمجھتے تھے اور بے حد احترام کرتے تھے۔ مرزا جمیل الدین عالی بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان شاعر نے نواب صاحب سے ملاقات کی نواب صاحب نے فرمایا کہ بیٹا کچھ سناؤ۔ صاحبزادے فرمانے لگے کہ میں اس وقت موڈ میں نہیں ہوں فرمایا کہ بیٹا میرا مکان لال دروازے میں ہے اور مجھے سائل کہتے ہیں جب موڈ میں ہو تو میرے غریب خانے پر آکر کچھ سنا دینا۔

بیباک شاہجہاں پوری جو حضرت داغ کے ارشد تلامذہ تھے اور شاہجہاں پور کے محترم بزرگ اور سجادہ نشین تھے یہ سائل صاحب سے پہلے گروہ میں تھے ان کے ایک شاگرد محبی شمس الدین خاں شمس شاہجہاں پوری نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ جناب بیباک مرحوم سائل صاحب سے اپنی پہلی ملاقات کا اس طرح ذکر کرتے تھے کہ میں دارالعلوم دیوبند جاتے ہوئے۔ سائل صاحب کی ملاقات کی نیت سے دہلی اُترا۔ سرائے میں قیام کیا۔ اس کے بعد نواب صاحب کے مکان پر گیا۔ میری سج دھج بالکل طالبعلمانہ تھی اور نواب صاحب نہایت وجیہ و شکیل ہونے کے ساتھ رئیسانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔ میں ان کے سامنے جا کر خاموش بیٹھ گیا۔ نواب صاحب نے دیگر حاضرین واحباب سے فارغ ہو کر مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ کا شہرہ سُنا تھا۔ مگر کبھی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ دیوبند جا رہا ہوں آپ کی زیارت کی غرض سے دہلی اُترا ہوں اور آپ کا کلام سُننے کا بیحد مشتاق ہے۔ نواب صاحب نے گھر میں سے بیاض منگائی اور ایک غزل سنائی بیباک صاحب ساری غزل سن گئے اور قصداً داد نہ دی بالکل خاموش رہے۔ اس کے بعد نواب صاحب نے فرمایا

نواب آپ اپنا کلام سنائیے۔ بیباک صاحب نے کہا میں تو ایک طالب علم ہوں شعر کہنا کیا جانوں۔ نواب صاحب نے ملازم سے کہا کہ پھاٹک بند کر دو۔ یہ اب شعر سنائے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے اللہ رے جوہر شناسی! نواب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ تم شاعر نہ ہو۔ تم کو اپنا کلام سنانا پڑیگا بیباک صاحب نے کہا کہ تعمیل حکم کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں میں پانچ رنگ میں کہتا ہوں۔ غالب میر وغیرہ جس رنگ کا کلام آپ سننا چاہیں عرض کر دوں نواب صاحب نے غالب کے رنگ کی فرمائش کی انھوں نے غزل پڑھی مقطع نہیں پڑھا۔ اسی طرح نواب صاحب نے پانچ رنگ کی پانچ غزلیں سنیں اور داد دیتے رہے۔ بیباک صاحب نے پانچویں غزل میں جب مقطع پڑھا تو نواب صاحب کھڑے ہوکر لپٹ گئے اور فرمایا کہ میرے بھائی ہو کر تم نے مجھ پر یہ ظلم کیا۔ بتاؤ کہاں ٹھیرے ہو اور ساتھ ہی ملازم کو حکم دیا کہ گاڑی لاؤ۔ گاڑی تیار ہوئی۔ خود ساتھ جاکر سرائے سے سامان اٹھوا کر لائے اور بڑی گرم جوشی سے میزبانی کی۔

سندیلہ ضلع ہردوئی میں سید التفات رسول صاحب ہاشمی کے اہتمام سے نہایت پرشکوہ سالانہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا اس میں تمام ہندوستان کے شعرا شریک ہوتے تھے۔ لکھنؤ کا قرب ہونے کی وجہ سے بالخصوص شعراء لکھنؤ بہت زیادہ شریک ہوتے تھے۔ سائل مرحوم بھی کئی مرتبہ تشریف لے گئے اور ہر مرتبہ صدارت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے سندیلہ کی شرکت مشاعرہ کے بارے میں خمخانۂ جاوید کے مؤلف نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے کہ:-

"سندیلہ کی بزم سخن یعنی مشاعرہ جناب ہاشمی اس بات پر شاہد ہے کہ اُدھر تمام شعرائے لکھنؤ کی ٹولی اُدھر صرف ایک مرد میدان سخن جناب سائل تھے۔ لیکن بالا آپ ہی کے ہاتھ رہا اور جماعت بندی کے ہوتے ہوئے بھی آپ ہی کی غزل پر بے اختیار ہوکر ہر مخالف اور موافق نے داد دی۔"

بیباک مرحوم اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اسم بامسمی تھے نہایت مغلوب الغضب اور بیباک تھے ایک مرتبہ سندیلہ کے مشاعرے میں انھوں نے سائل صاحب کو کچھ ایسے الفاظ کہہ دیئے جو برادرانہ نقطۂ نظر

سے نامناسب تھے مگر سائل صاحب نے ان کی پیر زادگی اور تقدم تلمذ کی وجہ سے سر جھکا لیا اور خاموشی کے ساتھ پی گئے حالانکہ سائل صاحب کی وجاہت اور شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ جب جناب نوح ناروی کی صاحبزادی کی شادی ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور یہ بھی اس تقریب میں شریک ہونے کے لئے نارہ ضلع الہ آباد تشریف لے گئے تو تفریحاً بازار جاتے وقت جناب نوح اور دیگر حضرات ان کے ساتھ مودب چلتے تھے جس طرف چلے جاتے تھے لوگ کھڑے ہو جاتے تھے اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے تھے تعجب کے ساتھ آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے کہ یہ کوئی بہت بڑا حاکم ہے جس کے ساتھ ہمارا تعلقہ دار رئیس بھی مؤدب ہو کر چلتا ہے[۱]

قاری عباس حسین صاحب کا ایک مضمون رسالہ چمنستان دہلی نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا ہے اس میں سے کچھ اخذ کر کے درج ذیل کرتا ہوں :-

"مغلئی خدوخال ۔ میدا شہاب رنگ ۔ دراز قد مگر موزوں ۔ سڈول بدن ۔ کسرتی ہاتھ پاؤں سر بڑا ۔ سر پر چوگوشیہ لیسدار ٹوپی ۔ پیشانی بلند ۔ سینہ چوڑا ۔ سفید زمین کا انگرکھا ۔ آڑا پاجامہ پاؤں میں کامدار سلیم شاہی جوتی ۔ حد درجہ وجیہ و شکیل ۔ اطوار میں شرافت گفتار میں شیرینی یہ تھا آج سے چالیس سال قبل اُن کا حلیہ ۔ میرا بچپن تھا اور نواب صاحب کی جوانی ۔ والد ماجد

[۱] بروایت جناب نوح ناروی

اس تقریب کی شرکت سے قبل حضرت سائل مرحوم نے پٹنہ سے جناب نوح ناروی کو جو خط لکھا تھا وہ مؤخر الذکر نے اپنی خاص عنایت سے مجھے مرحمت فرمایا ہے اس کی نقل درج ذیل کرتا ہوں ۔

درگاہ ارزاں شاہ ۱۲ را پریل ۱۹۱۹ء

نوح بھائی ۔ تسلیم ۔ میں اسی وقت مع الخیر پٹنہ پہنچا ہوں ۔ بھائی احسن صاحب کو یہاں موجود پایا ۔ الحمد للہ کہ صعوبت سفر کا اثر کچھ طبیعت پر ہنوز گراں نہیں پاتا حالانکہ تکلیف شب کو نغل سے آئے ہیں اٹھائی ہے یہاں کی کیفیت مفصل آپ سے انشاء اللہ تعالیٰ زبانی عرض کی جائیگی غالباً پرسوں میں اور احسن بھائی ساتھ ہی یہاں سے روانہ ہوں ۔ ۱۵ر تاریخ سراتھو کے اسٹیشن پر سواری کا انتظام آپ کر دیں یہ نہیں کہا جاتا کہ کس ٹرین سے پہنچنا ہوگا ۔ باقی خیریت

آثم ابوالمظلم سراج الدین احمد خاں سائل

قاری سرفراز حسین صاحب عزمی کے ساتھ نواب صاحب کی محلسرا میں حاضر ہوا۔ دربار لگا ہوا تھا بیچ میں ایک آرام کرسی تھی۔ اردگرد مونڈھے۔ دوست احباب بیٹھے ہوئے تھے نواب صاحب کے آگے پیچوان لگا ہوا تھا۔ نوکر پیچھے کھڑے تھے نواب صاحب مرحوم شاعر تو تھے ہی لیکن وہ شاعر سے زیادہ ایک انسان تھے وہ دہلی کی تہذیب و تمدن کا آخری نمونہ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں اب مجھے شاہانہ عز و وقار، پرانی تہذیب و تمدن کا علمبردار پرانی وضعداریوں کا حامل کوئی نظر نہیں آتا۔ بے مثل خطاط اور خوشنویس تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صفحۂ قرطاس پر موتی بکھرے ہوتے ہیں۔ کڑھائی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ پتنگ بازی بھی کی ہے۔ بے مثل تکل بناتے اور ڈور سونتتے تھے۔ اچھا کھانا کھاتے اور خوب پکاتے تھے اور کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ ان میں وہ تمام کمالات تھے جو اس دور کے رؤسا کے طرۂ امتیاز تھے۔ جس شخص کی نعش پر ہم نے ۱۶ ستمبر ۱۹۴۵ء کو قبل دوپہر منوں مٹی ڈالی ہے وہ کون تھا۔ پھولوں کی سیج پر سونے والا۔ اطلس و دیبا کا لباس پہننے والا۔ باشکوہ و پُر وقار انسان جب کبھی کسی مشاعرے کسی مجلس کسی صحبت میں گیا اپنی سج دھج اپنے رکھ رکھاؤ اور اپنی خوش بیانی کی وجہ سے سب میں ممتاز رہا۔"

راقم الحروف عم نصیب واصف کے بزرگوں سے نواب صاحب مرحوم کے مراسم قدیم تھے مگر تلمذ کے ارادے سے جنوری ۱۹۲۶ء میں نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ بیٹا میں تو خود اس قابل ہوں کہ تمہارے باپ سے اصلاح لوں تم مجھ سے اصلاح لینے آتے ہو۔ اس زمانے میں نواب صاحب کی عمر ۶۲ سال کے قریب تھی۔ ڈاڑھی کے بال بھورے مائل بہ سرخی تھے۔ وجاہت اور شوکت جسمانی میں ان کے ہم پلہ بہت کم لوگ دیکھے گئے ہیں۔

باوقار اور پُرشوکت چہرہ۔ سرخ و سفید رنگ۔ بھری ہوئی سنہری ڈاڑھی۔ چوڑا چکلا سینہ۔ اونچا قد۔ بڑے بڑے ہاتھ۔ سر بڑا اور چوڑے چکلے چہرے کی مناسبت سے بڑے بڑے کان۔ آنکھوں میں کشش لہجے میں نرمی اور گفتگو میں انتہائی مٹھاس۔ شاگردوں کو بالعموم بیٹا! کہہ کر